Research Journal
Tahqeeqat
جلد:4،شمارہ:2،2025ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

# قدیم مصری تہذیب اور برطانوی استعماریت

# *Ancient Egyptian Civilization and British Colonialism*

***Anees Murtaza***
*Ph. D Urdu Scholar Department of Urdu,*
*Government College University, Faisalabad*
***Dr. Rabia Sarfaraz*** *(Corresponding Author)*
*Chairperson, Department of Urdu, Government College, University, Faisalabad*

**انیس مرتضیٰ**
پی ایچ۔ڈی اردو اسکالر شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
**ڈاکٹر رابعہ سرفراز**
چیئرپرسن شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

***Abstract***

*It is through civilization that the identity of humans and society becomes possible. Speaking of Egyptian civilization, it was one of the most advanced civilizations of its time. Surrounded by deserts of sand, its grandeur was continuously increasing rather than diminishing. People used to come to its markets for trade. The Egyptian civilization was unique in its nature. Even after becoming part of the Islamic empire, it continued to flourish. However, its decline began as a result of British colonialism, marking the beginning of a new era in Egypt. Civilization has come into existence through social and social factors. Which is the reason for the promotion of taqwafat. Culture is a translation of the way of life, ways and thoughts of the people living in any society. In the form of industry and agriculture, the way, language, culture, social relations, lifestyle, habits and customs, wisdom and philosophy, knowledge and literature, religion and ideology, love and affection can be seen as different elements of civilization. There are many types of civilizations in the world, such as Hindu civilization, Chinese civilization, European civilization, Greek civilization, Western civilization, etc. All these civilizations embarked on the path of development in a particular era. They developed well and earned their own good reputation during this period. These civilizations saw both rise and fall. Obviously, when things exceed a certain limit and justice, fairness, honesty, law, etc. are taken away, then their decline begins. Then their name is limited to history and the past. And then new civilizations have come into existence in the place of these civilizations. Egyptian civilization is also a very ancient civilization in terms of history. Egypt is a country located in the northwest of the African continent and the Sinai Peninsula in the Mediterranean Sea. Its area is one million one thousand four hundred and fifty-seven square kilometers.*

***Keywords:*** *Civilization, Human, Society, Egyptian Civilization, Deserts of Sand, Diminishing, Islamic Empire, British Colonialism*

**کلیدی الفاظ:** تہذیب، انسانی، معاشرہ مصری تہذیب، ریت کے صحرا، گھٹتی ہوئی، اسلامی سلطنت، برطانوی استعمار

OPEN ACCESS
DRJI
INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
اشاریہ اردو جرائد
EuroPub

تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے، تہذیب کے معنی ہیں کسی پودے یا درخت کا ٹنا چھانٹنا تراشنا کہ پرانی شاخوں کی جگہ نئی شاخیں نکلیں اور نئی کونپلیں پھوٹیں اردو، عربی اور فارسی زبان میں کلچر کے لیے تہذیب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ فارسی زبان میں تہذیب کے معنی "آراستیں، پراستن، پاک درست کردن واصطلاح نمودن" ہیں۔ اردو میں تہذیب کا لفظ عام طور پر جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص بہت تہذیب یافتہ یا مہذب ہے تو اس سے ہم یہ مطلب لیتے ہیں کہ اس شخص کے بات چیت کرنے اٹھنے، بیٹھنے اور کھانے پینے کا انداز اور رہن سہن کا طریقہ ہمارے روایتی معیار کے مطابق ہے۔

تہذیب سماجی و معاشرتی عوامل کے ذریعے وجود میں آئی ہے۔ جو کہ ثقافت کے فروغ کا باعث بنتی ہے۔ تہذیب کسی بھی معاشرے میں رہنے والے لوگوں کے رہن سہن، طور طریقے اور فکر واحساس کی ترجمان ہوتی ہے۔ صنعت وزراعت کے طور طریقے، زبان، بول چال، آلات حرب و کشاورزی، سماجی رشتے، رہن سہن، عادات و اطوار، رسم و رواج، حکمت و فلسفہ، علم وادب، عقائد و نظریات، عشق و محبت اور خاندانی مراسم کو تہذیب کے مختلف عناصر کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ تہذیب عربی زبان کا ایسا لفظ ہے۔ جو اردو زبان میں بھی اپنے حقیقی معنوں میں مستعمل ہے۔ لفظ تہذیب کا مادہ "ذ۔ب" ہے اور لغت میں اس کے معنی کچھ اس طرح ہیں:

"هذ ب: درست کرنا، صاف کرنا

هذ با لشجر: شعر کی اصطلاح کرنا

هذ به الرجل: پاکیزہ اخلاق والا بنانا

تہذیب: شائستہ اخلاق ہونا"(1)

مہذب یعنی پاکیزہ اخلاقط والا اردو زبان نے اس لفظ کو اس کے تمام معنوں سمیت مبنول کر لیا ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو زبان میں بھی تہذیب کے معنی اصلاح کرنا، درستی کرنا، پاک کرنا اور خوش اخلاقی کے ہیں۔ اصطلاح میں تہذیب کا مطلب ہے انسانی زندگی گزارنے کا طریقہ کہ انسان زندگی کیسے گزارتا ہے۔ کیا کھاتا پیتا ہے۔ رہن سہن کیا ہے، ضرورت کو کیسے پورا کرتا ہے وغیرہ، انسان ایک معاشرے میں رہتے ہوئے زندگی بھر جو کام جیسے کرتا ہے۔ جیسے وقت گزارتا ہے اور جو اس کی عادات ہوتی ہیں۔ یہ اس تہذیب کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ تہذیب کی تعریف کی وضاحت بیان کرتے ہوئے سید عابد حسین لکھتے ہیں:

"اس کے سب سے زیادہ مشہور معنی ہیں پاکیزہ پسندیدہ اخلاق وآداب، جس شخص کی طبیعت، چال ڈھال گفتگو اور برتاؤ ایک خاص موشونیت اور دلکشی ہو وہ مہذب کہلاتا ہے ان مادی چیزوں پر بھی تہذیب کا اطلاق ہوتا ہے جو انسان کے حسن، ذوق اور حسن وعمل وجود میں آتی ہیں۔ مثلاً ہم معنوں کے عہد کی عمارتیں، باغوں اور تصویروں کو مغلیہ تہذیب کے آثار کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی قوم کے اجتماعی اوارت

اور اصول و قوانین بھی تہذیب کے نام سے موسموں کیے جاتے ہیں۔ جسے قدیم یونانیوں کا نظام ریاست اور نظام تعلیم یا قدیم رومیوں کا نظام قانون ان قوموں کی تہذیب کے اہم عناصر سمجھتے جاتے ہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مغرب کی تہذیب کی بنا مادیت پر ہے اور مشرقی تہذیب کی روحانیت، پر تہذیب کا یہی مفہوم ہمارے پیش نظر ہوتا ہے۔"(2)

مندرجہ بالا اقتباس اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر خطے کی تہذیب دوسرے خطے سے یکسر مختلف ہونی ہے۔ تہذیبیں وجود میں آتی ہیں اور پھر کسی سبب یہ ختم ہو جاتی ہیں اور پھر ان کی جگہ نئی تہذیب میں اس کے مختلف نظریات رسم ورواج اور عادات کی عکاسی دکھائی دیتی ہے۔ تہذیب کی تشریح و توضیح کے بعد تہذیب کے عناصر ترکیبی کے بارے جان لینا بھی ضروری ہے تاکہ ہمیں اس بات کا علم ہو سکے کہ کن عناصر کے زیر اثر معاشرہ وجود میں آتا ہے اور ان معاشروں میں کس طرح تہذیب پروان چڑھتی ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک دنیا کی تقریباً تمام تہذیبوں کے تشکیلی عناصر کی تعداد بنتی ہے:

جغرافیائی عنصر

حیاتیاتی عنصر

نظریاتی عنصر

دنیا میں کئی طرح کی تہذ بیں پائی جاتی ہیں جیسے ہندوستانی تہذیب، چینی تہذیب، یورپی تہذیب، یونانی تہذیب، مغربی تہذیب وغیرہ۔ یہ تمام تہذیبیں ایک خاص عہد میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوئیں۔ انھوں نے خوب ترقی کی اور اس اپنے دور میں خوب شہرت کمائی۔ ان تہذیبوں نے عروج کے ساتھ ساتھ زوال بھی دیکھے۔ ظاہر ہے جب چیزیں ایک خاص حد سے بڑھ جائیں اور انصاف، عدل، ایمانداری، قانون وغیرہ کو پس پشت ڈال دیں تو پھر ان کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ پھر ان کا نام تاریخ کے اوراق تک ہی محدود ہو جاتا ہے اور پھر ان تہذیبوں کی جگہ نئی تہذیبیں وجود میں آتی ہیں۔

دنیا میں دیگر تہذیبوں کی طرح مصری تہذیب بھی تاریخ کے حوالے سے بہت قدیم تہذیب ہے، مصر براعظم افریقہ کے شمال مغرب کے سنائی جزیرہ نما میں واقع ایک ملک ہے۔ اس کا رقبہ دس لاکھ ایک ہزار چار سو پچاس مربع کلو میٹر ہے۔ اس کی سرحدوں کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو مشرق میں خلیج عقبہ، بحیرہ احمر، شمال مشرق، میں غزہ اور اسرائیل، جنوب میں سوڈان، مغرب میں لیبیا اور شمال کی طرف بحیرہ روم واقع ہے۔

دنیا میں کسی بھی ملک کے مقابلے میں مصر کی تاریخ بہت پرانی اور طویل ہے۔ مصری تاریخ کی ابتدا چار سے چھ قبل از مسیح مانی جاتی ہے۔ مصر کو ثقافت کا گہوارہ بھی مانا جاتا ہے۔ قدیم مصر میں زراعت، کتب، تنظیم، شہر کاری اور مرکزی حکومت کے آثار ملتے ہیں۔ مصر میں دنیا کی قدیم ترین عمارتیں موجود ہیں۔ جو مصر کی قدیم تہذیب، فن، ثقافت اور وراثت کی شاہد ہیں۔ ان

عمارتوں میں وادی لوک، ابرامات جیرہ، ابو الھوں، ممفیس، طیبہ وغیرہ شامل ہیں۔ مصر کی قدیم روایات اور تاریخی حقائق سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے سائنسدانوں اور ماہر آثار قدیمہ ان مقامات کی تحقیق کے لیے سرگرداں رہتے ہیں۔ سید محمد ابراہیم عجمی اپنی کتاب "مصر" میں مصری تاریخ کے حوالے لکھتے ہیں:

"مصر افریقہ کے شمال مغربی کونہ میں بحر مہڈیڑہنن سے لے کر آبشار ہنل تک پھیلا ہوا ہے۔ دریائے سرک عین مشرقی جانب موجیں مارتا ہے۔ اور مغربی حد ہندی ریگستان لبیاں نے پوری کر دی ہے۔ ایک جانب سویز نے درمیان آکر اس کو ایشیا سے بھی ملحق کر دیا ہے۔ ملک بالکل ریگستانی اور ناہموار ہے۔ جہاں پانی بہت کم ہوتا ہے۔ مزدور عرضبہ بارہ ہزار میل ہے۔ اور ریگستانی خرایات کا چار لاکھ کے قریب تک یا دوسرے الفاظ میں مصر بہ لحاظ مروعہ رفیہ کے نصف اور دھ کے برابر ہے اور ریگستانی حصہ کے لحاظ سے ربع ہندوستان کے برابر ہے۔"(3)

مصر کو مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے پکارا جاتا رہا ہے۔ ظاہر ہے وقت کے ساتھ ساتھ زبانوں میں بول چال میں تبدیلی آتی رہتی ہے اور پھر مختلف خطوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اور اسی طرح ایک چیز کو ایک خطے کے لوگ اسی چیز کو دوسرے نام سے پکارتے ہیں۔ جیسے انگلش میں مصر کو Egypt بھی کہا جاتا ہے۔ سید محمد ابراہیم عجمی اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

"اہل یونان اس کو "اجیپٹ" کہتے تھے۔ جس کی وجہ تسمیہ ایک سمجھ سے باہر ہے اور ابتدائی باشندے زمین کی رنگت کے لحاظ سے "چیمی" کہتے تھے۔ جس کے معنی سیاہ زمین کے ہیں عرابی میں "مرزیم" کے نام سے مشہور ہوا اور عربوں نے مصر کر ڈالا۔"(4)

مصر کی قدیم تہذیب ہی وہاں کی قومی علامت ہے جسے بعد میں فارس قوم یونانی قدیم روم، عرب قوم ترکی اور دیگر اقوام نے متاثر کرنے کی کوشش کی۔ قدیم مصر تہذیب کا ایک بڑا مرکز تھا۔ مصر میں اس وقت پانی کی شدید قلت تھی۔ لوگوں کو اپنی ضروریات اور کھیتی باڑی کے لیے دریائے نیل سے پانی لینا پڑتا تھا۔ چونکہ مصر چاروں جانب ریت سے گھرا ہوا ہے اس لیے وہاں صرف کھجور کے درخت ہی پائے جاتے ہیں۔ کھجور کے علاوہ کوئی اور درخت نہیں پایا جاتا۔ ضروریات زندگی کے لیے لبنان کی منڈیوں تک رسائی حاصل کی گئی۔ مصر میں انجیرہ، حرمہ، انار اور نارنگی وغیرہ بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اگر آج کی بات کی جائے تو قاہرہ جو کہ مصر کا دارالحکومت ہے سگریٹ کی پیداوار سے اس قدر مقبول ہے کہ لوگ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ قاہرہ تمباکو کی کان ہو چکا ہے۔

مصری باشندوں کی زبان کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو یہاں کے لوگوں کا تعلق مشرق اور شمالی افریقہ کی قوم "کا گیشین" کی نسل سے تھے۔ ان لوگوں کی زبان ابتدائی عربی سے ملتی جلتی تھی۔ مگر عربی کچھ عرصہ میں ترقی کر گئی اور مغربی زبان اپنی

اصلی حالت پر قائم رہی۔ شروع میں یہ لوگ وحشی تھے لیکن بہت میں سرعت کے ساتھ ترقی کرتے گئے۔ ان کے رہنے کے مکانات مٹی کے تھے جبکہ امرا کے مکانات اعلیٰ قسم کے ہوتے تھے۔ ان کی کل کائنات مٹی کے چند برتن کھاس کی ایک دو چٹائیاں ایک چکی اور لکڑی کا کچھ فرنیچر وغیرہ تھی۔ رہن سہن کے حوالے سے امیروں اور غریبوں میں فرق پایا جاتا تھا۔ غریب جہاں ایک وقت کے اناج کو ترستے تھے تو دوسری طرف امرا کے پاس اناج کی وافر مقدار میں غلے موجود رہتے تھے۔ امرا اعلیٰ قسم کے جانوروں کی کھالوں کو پہنتے تھے جبکہ غریب بغیر لباس کے رہتے۔ اس ضمن میں سید محمد ابراہیم عجمی رقم طراز ہیں:

"عوام تقریباً بالکل برہنہ رہتے تھے۔ البتہ امراء چیتے کی کھال کو لباس کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ جس کو بعض وقت کم سے اس طرح تھی۔ پروں کی حفاظت کے لیے لکڑی کے جوتے استعمال کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ کچی کھال اس کام میں لاتے تھے۔"(5)

قدیم مصر پر حکومت کرنے والے کو فرعون کہا جاتا تھا۔ مصر کے لوگ ہر دور کے بادشاہ (فرعون) کو دیوتا جیسا مقام دیتے تھے۔ دنیا کی اولین خاتون حکمران کا تعلق بھی غالباً مصر ہی سے تھا۔ فرعون عام طور پر تاج پہنتے تھے اور بعض اوقات فرعون ایک ہی وقت میں دو تاج پہنتے تھے۔ یہ تاج مصر کے دو مختلف علاقوں کی نشاندہی کرتا تھا۔ مصر میں واقع لیکر شہر کو بادشاہوں کی وادی بھی کہا جاتا ہے۔ اس وقت مصر آبادی اور زمین کے لحاظ سے اپنا خاص مقام رکھتا تھا۔ یہاں کے بادشاہوں کا دور دور تک ڈنکا بجتا تھا۔ تجارت کھیتی باڑی اور بادشاہت کے لحاظ سے بہت مشہور تھا۔ پہاڑ میدان اور دریائے نیل اس کی شہرت کی خاص وجہ ہیں روین اپنی مشہور زمانہ نصیف میں اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"مصر باوجود کہ ایک چھوٹا سا ملک ہے مگر قدیم زمانہ میں بھی اس ملک میں بہت سے شہر آباد تھے وہاں کے باشندوں کی تعداد اس قدر بیان کی گئی ہے کہ ایک مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ اور اس پر یقین کرتا نہیں آسکتا۔ ملک مصر کو عربی زبان کے مورخ دیار مصر کہتے ہیں اس ملک کی حدود اربع۔۔۔۔مشوق میں اس کے بحر قلزم ہے جس کو انگریز ریڈ سی کہتے ہیں اور جس کے معنی بحر احمر ہیں۔"(6)

640ء میں مصر اسلامی سلطنت کا حصہ بن گیا اور یوں یہ عربوں کے تسلط میں آگیا۔ عرب ریاستوں پر اس وقت گورنروں کی حکومت ہوتی تھی۔ یہ گورنر بعض اوقات خود مختار ہو کر بھی کام کرتے تھے اور بادشاہ کے زیر تسلط رہ کر بھی کام کرتے تھے۔ یوں مختلف زمانوں میں مختلف لوگوں نے اس پر حکومت کی۔

مصر جس وقت اسلامی سلطنت کا حصہ بنا تو دنیا میں اس وقت مختلف سلطنتیں تھیں۔ جیسے اسلامی سلطنت، ایرانی سلطنت، یورپی سلطنت، رومی سلطنت وغیرہ۔ یہ تمام سلطنتیں اپنے اپنے بادشاہوں کے زیر سایہ ترقی کرتی تھیں اور ایسا کم ہوتا تھا کہ ایک سلطنت بلاوجہ کسی دوسری سلطنت پر حملہ آور ہو جائے مگر تاہم اس وقت کچھ ممالک ایسے بھی تھے جو طاقتور ہونے کے ساتھ

ساتھ ظالمانہ سوچ بھی رکھتے تھے جیسے کہ فرانسیسی، برطانوی قوم وغیرہ۔ کسی بھی طاقت ور ملک کا طاقت کے بل ہوتے پر کمزور ملک پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کرنا استعماریت کہلاتا ہے اور پھر طاقت ور ملک کے لوگ کمزور ملک کے لوگوں کو اپنا غلام تصور کرتے ہیں۔ ایسا کرنے میں کچھ مقامی لوگ بھی ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ ان کے اندر یہ سوچ ڈال دیتے ہیں کہ یہ لوگ غلام پیدا کیے گئے ہیں اور ہمیشہ غلام ہی رہیں گے۔ اس طرح وہ لوگ اپنی تہذیب و ثقافت، رہن سہن سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور استعماری ملک کے نمائندوں کو اپنے لیے نعمت تصور کرنے ہیں۔ فرانس برطانیہ اٹلی وغیرہ نے دنیا کے مختلف ممالک پر قبضے کیے۔ دہائیوں تک وہاں حکومت کی۔ اس دور میں ترکی، ہندوستان، مصر، عراق، لیبا، برما، سمیت دنیا کے بیشتر ملکوں پر طاقتور ملکوں نے حملے کیے اور ان پر قبضہ کیا۔

بات اگر برطانیہ کی کریں تو دنیا کے دیگر ممالک کی طرح مصر پر بھی بہت دیر تک برطانیہ نے قبضہ جمائے رکھا۔ برطانیہ پر قبضہ کرنے کے بعد مصری تہذیب و ثقافت کا نام تک ختم ہو گیا اور مصری لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ انھیں محسوس کرا یا گیا کہ وہ برطانوی انگریز کے نا صرف غلام ہیں بلکہ انھیں اپنی غلامی پر فخر ہونا چاہیے۔ انگریزوں نے ہمیشہ مکارانہ انداز سے دوسرے ملکوں پر قبضہ کیا ہے۔ ڈاکٹر اجمل اجملی اس تناظر میں لکھتے ہیں:

> "۱۱ جولائی ۱۸۸۲ کو برطانیہ کے جنگی جہازوں نے اسکندریہ پر گولے برسائے شروع کر دیتے اور اتنے گولے برسائے کہ یہ خوشحال شہر جو دو ہزار سال سے یورپ، ایشیا اور افریقہ کے درمیان تجارت کا ایک اہم مرکز رہا تھا۔ کھنڈر میں تبدیل ہو گیا۔"(7)

اس عمل سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ برطانیہ تب جس بھی ملک پر قبضہ کرنا چاہتا وہ نا صرف اس پر قابض رہتا بلکہ "یہ بھی عزر پیش کرتا کہ یہ قبضہ محکوم ملک کے لئے سود مند ہے۔ ایڈورڈ سعید اس ضمن میں اپنی کتاب "شرق شناسی" میں ایک انگریز کا واقعہ درج کرتے ہیں:

> "ہمارا کام حکومت کرنا ہے خواہ کوئی اس کے لیے ہمارا شکر گزار ہو یا نہ ہو۔ خواہ وہ اس نقصان کو خلوص سے یاد رکھے یا نہ رکھے جس سے ہم نے مقامی آبادی کو بچایا ہے۔ (بالغور کسی بھی طرح اس نقصان کو اس نقصان کا حصہ نہیں سمجھتا جو مصر کو اس کی آزادی کے بلا تعین التوا کی صورت میں ہو رہا ہے) اور خواہ مصریوں کے ذہن میں ان تمام فوائد کا تصور ہو یا نہ ہو جو ہم نے انھیں پہنچائے ہیں۔"(8)

مندرجہ بالا اقتباس سے ہمیں یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ برطانوی افسران کس ذہن کے مالک تھے وہ صرف حکومت کو طول دینے کے لیے مصری لوگوں سے ان کی زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے انھیں دور کر رکھتے تھے بلکہ ان کے زمینی خدا ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## حوالہ جات


1. المنجد، جدید ایڈیشن، دہلی: مرکزی ادارہ تبلیغ، س ن، ص: 1121، 1122
2. عابد حسین، سید، قومی تہذیب کا مسئلہ، دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، 1998ء، ص:14، 13
3. محمد ابراہیم عجمی، سید "مصر"، لاہور، حمیدیہ پریس، 1904، ص:3
4. ایضاً
5. ایضاً: ص6
6. رولن، مصر کی قدیم تاریخ الہ آباد، سائنٹیفک سوسائٹی، 1864، ص:2
7. وسکی، گریگوری ہوااندزے، مسلم قوموں پر مغربی استمار کی یلغار ترجمہ: اجمل اجملی، ڈاکٹر، دہلی، نویگ پریس، 1984ص:75
8. ایڈورڈ ڈبلیوں سعید، شرق شناسی، ترجمہ: محمد عباسی پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، 2012، ص:38


☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## *Roman Havalajat*


1. Al-Mujund, Modern Edition, Delhi: Central Institute of Tabligh, Sun N, P:1122, 1121
2. Abid Hussain, Syed, The Problem of National Civilization, Delhi: National Society for the Promotion of Urdu Language, 1998, P:13-14
3. Muhammad Ibrahim Ajami, Syed "Egypt", Lahore, Hamid Yeh Press, 1904, P: 3
4. Ibid
5. Ibid, P:6
6. Rollin, Ancient History of Egypt, Allahabad, Sixth Century, 1864, P:2
7. Whiskey, Gregory Rehowandze, Maghribi Istmir on Muslim Nations, Bulgarian translation: Ajmal Ajmali, Ph.D., New York Press, Delhi, 1984, P:75
8. Edward W. Saeed, Sharq Shanasi, Tar Jama: Muhammad Abbasi Pakistan, Muqtadra Qaumi Zaban, 2012, P:38